قسط ۲

قرآنِ حکیم کی عظمت

اصلاحی، قانونی اور سیاسی نقطۂ نظر سے

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

قرآن کی اصلاحی عظمت | انسانی اصلاح کا اصلی مرکز دل ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو باقی اعضا خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ جیسے بخاری میں نعمان بن بشیر کی حدیث مرفوع میں صلح الجسد کلہ آیا۔ دل روح انسانی کا اصلی مستقر ہے۔ تو گویا روح کی اصلاح پر پوری شخصیت کی اصلاح مبنی ہے روح عالم امر سے ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ قل الروح من امر ربی۔ تو اس امر ربی کی اصلاح بھی امر ربی یعنی کلام الٰہی سے ہوگی۔ اور کلام الٰہی فی الحقیقت غذاء روحانی ہے۔ بدن زمین سے ہے۔ اس کی غذا بھی زمین سے ہے۔ اور روح امر سماوی ہے۔ اس کی غذا بھی سماوی ہے یعنی کلام الٰہی سے ہوگی۔ اگر جسم و بدن کی نشو و نما اور قوۃ و ارتقار زمین سے حاصل کردہ غذا کے بغیر ممکن نہیں۔ تو روح کی ترقی و قوت اور نشو و نما آسمانی غذا یعنی کلام الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔ اب یہ فیصلہ کہ قرآن واقعی ایک عظیم روحانی غذا اور کلام الٰہی ہے یا نہیں۔؟ تو اس کا فیصلہ تمام غذاؤں کے اصول کے قانون کے مطابق کیا جائے گا۔ اگر غذا کے استعمال سے درستی ہوئی۔ ضعف و کمزوری رونما نہ ہوئی، بلکہ سابق کمزوری بھی دور ہوئی۔ اور ایسی غذا صحیح اور مقوی غذا ہے۔ اور اگر کمزوری دور نہ ہوئی۔ بلکہ زیادہ ہوئی تو غذا نہیں۔ اب قرآن کے نسخہ کو صحابہ کرام نے استعمال کیا۔ ان کی زندگی قبل از اسلام و قبل القرآن تمام برائیوں سے لبریز تھی۔ خدا پرستی کی جگہ بت پرستی، اتحاد کی جگہ خانہ جنگی تھی۔ عدل کا نام نہ تھا۔ بلکہ ظلم پر فخر کیا جاتا تھا۔ زنا، شراب، سود خواری، ابتلا عالم تھا۔ اصلاح کے اسباب میں سے کوئی سامان موجود نہ تھا۔ نہ تعلیم تھی نہ تربیت، نہ عدالت نہ قانون، نہ تعزیرات و سزا اور لوٹ کھسوٹ زندگی کا عالم معمول تھا۔ قرآن آیا۔ اور ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے آیا۔ پھر قرآن کی اصلاح کے لئے وقت بھی بہت تنگ ملا۔ نبوت کے تیئس سالہ زمانہ میں تیرہ ۱۳ سال مکی زندگی میں ——— تو قرآن کی آواز کفار کے جبر و استبداد کی وجہ سے بند تھی۔ کہ قرآن کی دعوت موت کو دعوت دینے کے

برابر تھی۔ ہجرت کے بعد کی گیارہ سالہ زندگی میں اکثر حصہ کفارِ عرب کی جنگوں اور حملوں کی مدافعت میں گذرا۔ بمشکل تین چار سال صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد کے ایسے ملے کہ قرآن کو عرب پر اصلاحی اثر ڈالنے کا موقعہ ملا۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں قرآن نے عرب پر وہ اثر ڈالا، اور ایسی جماعت تیار ہوئی جن کا ظاہر و باطن، اخلاق، عقائد، اعمال، معاملات، معاشرہ، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات ایسے بن گئے۔ جن کی نظیر تاریخ بشری میں نہ پہلے گذری ہے نہ آئندہ ممکن ہے۔

کیا آپ دنیا کی کوئی ایسی کتاب بتلا سکتے ہیں جس سے تھوڑے عرصہ میں ایسی ہستیاں پیدا ہوئی ہوں جن کا ایک ایک وصف بے مثال ہو۔ مثلاً صدیق کی صداقت، فاروق اعظم کا عدل و سیاست، خالد بن ولید کی فوجی قیادت، عمرو بن عاص کا تدبر، پھر ان سب امور میں خدا سے تعلق، شاہی میں درویشی کا رنگ، یہ سب کچھ قرآن کی تعلیم اور حضور علیہ السلام کی صحبت کا نتیجہ تھا۔ یہ عظیم اور بے مثال اصلاحی کارنامہ جو عرب میں اور بعد ازاں چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ یہ قرآن کی عظمت کے لئے حجتِ قاطعہ نہیں۔؟

۵۔ قرآن کی قانونی عظمت | قانون ہر مخلوق کی زندگی کا ضابطہ ہے۔ خواہ جمادات ہوں، نباتات یا حیوانات یا انسان۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ انسان کے ماسوا امور ایک جبری قانون میں جکڑے ہوئے ہیں جس کو ہم قانونِ قدرت کہتے ہیں۔ آسمان کے ستارے و سیارے ایک خاص نظام حرکت سے مربوط ہیں، اس نظام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ پانی بلندی سے پستی کی طرف جا سکتا ہے۔ اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ زمین سمندر کے نیچے رہے گی پانی کے اوپر نہیں تیر سکتی۔ ایک رتی بھر سوئی کو سمندر میں ڈال دو تو ڈوب جائے گی۔ لیکن سینکڑوں ٹن کا جہاز سمندر پر تیرتا رہے گا۔ درختوں کی جڑیں نیچے جائیں گی، اور شاخیں اوپر۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ شاخیں نیچے جائیں اور جڑیں اوپر۔ مویشی گھاس کھائیں گے اور گوشت نہیں کھائیں گے۔ لیکن درندے گوشت کھائیں گے اور گھاس نہیں کھائیں گے۔ یہ ان مخلوقات کی قانونی زندگی کی دلیل ہے۔ جو قانونِ قدرت کے تحت ان پر حاوی ہے اور ان کے خلاف ان کو مجال دم زدن نہیں۔ کیونکہ یہ جبری قانون ہے ؎

آسمان مجبور ہیں شمس و قمر مجبور ہیں
انجم سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں

یہی جبری قانون انسان پر بھی حاوی ہے۔ کہ وہ قدموں کے بل چل سکتا ہے۔ سر کے بل نہیں چل سکتا۔ لیکن انسان کے لئے اختیاری قانون بھی ہے جس کا کرنا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

اس لئے انسان فاعل مختار ہے۔ اسی اختیار پر حسن قبح نقص وکمال ثواب وعقاب کا مدار ہے۔ اس قانون شریعت ہے۔ اگر بنانے والا خدا ہو۔ اور قانون انسان ہے۔ اگر بنانے والا انسان ہو خواہ ایک فرد ہو بادشاہ یا ڈکٹیٹر یا جماعت ہو یا پارلیمنٹ۔ لیکن نفس قانون اختیاری کی ضرورت تمام اقوام میں مسلّم ہے۔ اس لئے کوئی ملک اور کوئی حکومت قانون سے خالی نہیں۔ اب ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ قانون اختیاری انسان کا حق ہے یا خدا کا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ضرورت قانون کی اصلی وجہ یا وجوہات بیان کریں۔

۱۔ انسان میں جب تک خواہش موجود ہے۔ وہ دوسروں کا حق مارنے سے دریغ نہیں کریگا۔ اور جب تک اس میں غضب کا جذبہ موجود ہے، وہ دوسروں پر دست درازی سے باز نہیں آئے گا۔ پہلی صورت میں مال کو خطرہ ہوگا۔ اور دوسری صورت میں جان کو۔ جس کے تحفظ کے لئے دیوانی و فوجداری قوانین کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ مال اور جان محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں یہ دونوں خطرے جذبے جو لوازمات انسانیت سے ہیں موجود ہوں اور ان کے نتائج موجود نہ ہوں۔ اب اقامت عدل اور تحفظ حقوق انسانیہ کیلئے قانون سازی کیا انسان کا حق ہے یا خدا کا۔ یہ فیصلہ آسانی سے سمجھ میں آسکے گا۔ جبکہ مندرجہ ذیل امور ذہن نشین ہوں۔ قانون ساز قوت میں مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ علم تام ۲۔ عدل کامل ۳۔ رحمت و شفقت کاملہ ۴۔ غیر جانبداری

یہ چار امور صرف اللہ کی ذات میں موجود ہیں۔ انسان خواہ فرد ہو یا جماعت ان سے خالی ہے۔ لہذا انسان کو قانون اور ضابطۂ حیات کی تشکیل کا حق نہیں۔ پہلی چیز یعنی علم تام' وہ انسان کو حاصل نہیں۔ اسمبلیوں اور پارلیمنٹوں میں انسانی قانون کی وقتاً فوقتاً تبدیلی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ انسان کے علم اور اس کے قانون میں نقص موجود ہے۔ پھر ایک ملک کا قانون دوسرے ملک سے اور ایک پارلیمنٹ کا قانون دوسری پارلیمنٹ سے مختلف ہے۔ جو انسانی علم کے تردد و تشکک کی دلیل ہے۔ لیکن خالق کائنات کا علم مکمل ہے۔ پھر خدا انسانی زندگی کے ہر دور کے خیر و شر کو جانتا ہے خواہ دنیوی زندگی سے متعلق ہو یا برزخ و قبر سے یا آخرت سے۔ لیکن انسان کو اگر کسی حد تک علم ہے تو صرف دنیا کا علم اور وہ بھی حال کا علم نہ مستقبل امور کا۔ باقی برزخ و آخرت کے امور وہ تو انسان کے عقل و حواس سے غائب ہیں۔ لہذا انسانی پارلیمنٹ اگر نفع سمجھ کر سود و قمار کے جواز کا قانون پاس کر دے تو اس کی نظر سے سود و قمار کے مستقبل کے مہلک اثرات و نتائج

غائب ہوتے ہیں۔ اور قبر و آخرت کی جو مضرت ان دونوں چیزوں میں ہو گی وہ بھی اس کے دائرہ عقل سے خارج ہے۔ لیکن خالق کائنات جو اصل سرچشمہ قانون ہے۔ صرف اس کا علم تمام ان سب پر حاوی ہے۔ اور انسان کے حقیقی نفع و نقصان کو وہی جانتا ہے۔ اور سود و قمار کے مستقبل اور برزخ و آخرت کے تباہ کن اثرات بھی جانتا ہے۔ لہذا اس کا قانون صحیح علم پر مبنی ہے کہ یہ دونوں امور ناجائز ہیں۔

پھر بڑی بات یہ ہے کہ انسانی عقل و فہم میں زیادہ خواہش و عادت کی دخل اندازی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی پارلیمنٹوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ممبران کی اکثریت ان قوانین کو بناتی ہے۔ جن کی برائی میں کوئی شبہ نہیں۔ جیسے انگلستان اور کینیڈا کی پارلیمنٹ نے جواز لواطت کا قانون پاس کیا۔ اس کے علاوہ انسان ذاتی مفاد اور قومی مفاد کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ لہذا وہ عمومی مفاد بعد دیگر اقوام کے ساتھ انصاف کا عملاً حامی نہیں ہو سکتا۔ جس کی بڑی دلیل دنیا کے سب سے بڑے عالمی ادارہ امن و انصاف کا طرز عمل ہے۔ جس میں چھوٹی بڑی تیلو کے قریب اقوام شامل ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ادارہ دنیا کی پانچ بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔ اور آج تک وہ کسی مظلوم قوم کو اس کا حق نہ دلا سکا۔ بلکہ اعلان حق تک نہ کر سکا۔ اس تجربہ کے بعد موجودہ دور کے انسان سے قانون انصاف کی توقع سعی لاحاصل ہے۔ اس بڑے عالمی ادارے کا یہ قانون ہے کہ پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو یا دریعنی حق تنسیخ حاصل ہے۔ یعنی ان پانچ طاقتوں میں سے کوئی ایک بھی اگر ایک مظلوم ملک یا قوم کا مسئلہ زیر بحث نہ لانا چاہئے۔ تو اس پہ اس ادارہ میں بحث نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ ظالم اکثر بڑی طاقتیں ہوتی ہیں۔ جب ان کے خلاف کوئی مقدمہ پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ تو مظلوم کی حق رسی کیونکر ممکن ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارے کی صحیح حقیقت وہی ہے، جو مستقل مندوب پاکستان سید احمد شاہ بخاری نے اپنے طویل تجربے کے بعد اخبار جنگ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۷ء میں شائع کی۔ یہ تقریر انہوں نے ۷ جنوری ۱۹۵۳ء میں کی تھی۔ تقریر یہ ہے کہ اگر اقوام متحدہ میں دو چھوٹی قوموں کا تنازعہ در پیش ہو تو وہ تنازع اور مقدمہ غائب ہو جائے گا۔ اور اگر تنازعہ ایک چھوٹی اور ایک بڑی قوم کا ہو، تو چھوٹی قوم غائب ہو جائے گی۔ اور اگر تنازعہ دو بڑی قوموں میں ہو تو خود اقوام متحدہ غائب ہو جائے گی۔ یہ ہے دور حاضر کی انتہائی تعلیم کے بلند ترین انسانوں کے انصاف اور قانون کا مظاہرہ۔ ع۔ قیاس کن زگلستان ما خزان مرا۔

اس لئے انصاف اور قانون کا سرچشمہ صرف اللہ ہے، جس کا قانون قرآن کی شکل میں

محفوظ ہے۔ جس سے قرآن کی عظمت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ان الحکم الا للہ۔ قانونِ دنیا صرف خدا کا حق و تمت کلمت ربك صدقاً وعدلاً۔ اللہ کا کلام سچائی اور انصاف کے لحاظ سے تام اور کامل ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ ے

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے — اک وہی ہے حکمراں باقی بتانِ آذری

غیر حق چوں ناہی و آمر شود

زور ور بر ناتواں قاہر شود

قرآن کی عظمت کے متعلق یورپ کے محققین کی شہادت ۱۔ سر ولف لکھتا ہے:

وسیع جمہوریت رشد و ہدایت فوجی تنظیم مالیات غرباء کی حمایت اور ترقی کے اعلیٰ آئین قرآن میں موجود ہے۔

۲۔ ڈاکٹر مولین فرانسیسی لکھتا ہے:

قدرت کی عنایتوں نے جو کتابیں انسان کو دی ہیں، قرآن ان سب سے افضل ہے۔

۳۔ ڈاکٹر سموئیل لکھتا ہے:

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے موزوں ہیں کہ تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کرتی ہیں۔ اور محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔ (تاریخ اسلام عبدالقیوم ندوی ج ۱ ص ۳۲۷ تا ص ۳۳۲)

۴۔ جارج سیل لکھتا ہے:

کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا۔ اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے۔

۵۔ ارمکیو ٹیل لکھتا ہے:

اگر وحی کوئی چیز ہے تو بیشک قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ (تاریخ اسلام عبدالقیوم ندوی ص ۳۲۷ ج ۱)

۶۔ **قرآن کی عظمتِ سیاسیہ** قرآن نے اپنے ماننے والوں اور مؤمنین عاملین کو جو سیاسی قوت عطا کی ہے اسکی نظیر تاریخ بشری میں موجود نہیں۔ یہ سیاسی قوت بخشی قرآن کا سیاسی معجزہ ہے۔ قرآن کا براہ راست نزول عرب قوم میں ہوا۔ جو اکثر اقوام عالم سے تعداد میں کم جسم میں کمزور دولت و ثروت سے محروم اور علم و ہنر سے خالی تھے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب صرف موجودہ سعودی عرب اور یمن کا نام تھا۔ مصر، عراق، شام، فلسطین، اردن، لبنان، طرابلس، تیونس، الجزائر یہ غیر عرب ممالک تھے

جو اسلامی فتوحات کے بعد عرب ممالک بن گئے۔ دنیا عالم اسباب ہے، اور سیاسی غلبہ اور قوت کے لئے آٹھ اسباب مادی کا ہونا ضروری ہے۔ جب ایک قوم دوسری قوم سے ان اسباب کے لحاظ سے فائق ہو تو پہلی قوم دوسری قوم پر سیاسی غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ وہ آٹھ اسباب حسب ذیل ہیں :-

۱۔ عددی کثرت، اکثر حالات میں کثیر التعداد قوم قلیل التعداد پہ فتح پاتی ہے۔ لیکن عرب قوم کی تعداد دیگر اقوام کی نسبت بہت کم تھی۔ یہاں تک کہ نزول قرآن کے زمانے میں کل تعداد دو چار لاکھ افراد بالیقین سے متجاوز نہ تھی۔

۲۔ دوسری چیز صنعت ہے، تاکہ اس کے ذریعے آلات جنگ اور پوشاک مہیا کر سکے۔ لیکن عرب میں نہ کارخانہ تھا۔ نہ صنعت تھی۔ یہاں تک کہ عمدہ تلوار ہندوستان سے حاصل کی جاتی تھی جسکو سیف مہند کہتے تھے۔ اور پوشاک شام کے عیسائیوں سے۔

۳۔ تیسری چیز تعلیم ہے۔ سیاسی اقتدار اور نظم و نسق مملکت چلانے کیلئے تعلیم ضروری ہے۔ لیکن عرب امیّین یعنی ناخواندوں کا ملک تھا۔ نہ کوئی مکتب نہ مدرسہ نہ کتاب۔

۴۔ چوتھی چیز اتفاق ہے، تاکہ افراد کی منتشر قوت منظم ہو کر ایک ہی مقصد کی طرف متوجہ ہو سکے۔ لیکن عرب کا ہر قبیلہ دوسرے کا دشمن تھا۔ انصار مدینہ کے دو قبیلے اوس و خزرج آپس میں دشمن تھے۔ اور سالوں ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔

۵۔ پانچویں چیز زراعت ہے، تاکہ ضروریات زندگی میں ملک خود کفیل ہو سکے۔ اور غذائی ضروریات مہیّا ہوں۔ لیکن غذا میں عرب غیر اقوام کے محتاج تھے۔ خرما کے سوا ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اور وہ بھی صرف بعض علاقوں میں۔ اس لئے قرآن نے حجاز کے متعلق فرمایا ہے۔ بواد غیر ذی زرع۔ یعنی وہ زمین جو بن کھیتی والی ہے۔

۶۔ چھٹی چیز معدنی دولت ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت کے عرب میں کسی معدنی دولت کا وجود نہیں تھا۔ اب جو کچھ عرب میں نظر میں آرہا ہے، وہ دور حاضر کی پیداوار ہے۔

۷۔ ساتویں چیز جسمانی قوت ہے۔ عرب گرم ملک تھا ضروری غذا بھی میسّر نہ تھی۔ پانی کی بھی کمی تھی۔ سردی اور گرمی سے بچنے کیلئے نہ ضروری مکانات تھے اور نہ مناسب لباس۔ اکثر آبادی خانہ بدوشوں کی تھی جو چولداروں میں رہا کرتی تھی۔ بیمار ہوتے تو نہ کوئی علاج تھا، نہ مناسب غذ ان حالات میں ان کے اجسام عام اقوام سے نہایت نحیف کمزور اور ضعیف تھے۔

۸۔ آٹھویں چیز اخلاقی قوت ہے۔ روحانی اور اخلاقی قوت توحید سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی اعلیٰ اور پاکیزہ عقیدہ ہی روح کو قوت بخشتا ہے۔ لیکن عرب آبادی پتھروں کے تراشے ہوئے بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے اخلاقی اور روحانی قوت سے بھی محروم تھی۔

یہ حالات تھے کہ عرب میں قرآن کا نزول ہوا۔ مکی زندگی کے تیرہ سالہ عرصہ میں قرآن کی آواز کفار مکہ کے جور و ستم کی وجہ سے دبی رہی۔ کیونکہ قرآن کی دعوت اور اسکا سننا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مدنی زندگی کا اکثر حصہ غزوات و سرایا کے شغل میں گذرا۔ اور عرب کو قرآن کے قریب آنے کا موقعہ نہ ملا۔ کچھ مدت صلح حدیبیہ کے بعد اور کچھ فتح مکہ کے بعد ایسی ہے جو چار یا پانچ سال سے زیادہ نہیں کہ قرآن کو عرب پہ اثر اندازی کا موقعہ ملا۔ لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہ کہ عرب بعد القرآن کو عرب قبل القرآن سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی۔ اس کم مدت میں قرآن نے عرب کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ عرب کو قرآن نے ایسا فیض بخشا کہ وہ ایک ایسی قوم بن گئی جو تنظیم، اتحاد، اخلاق بلند خیالی، اولوالعزمی، ایثار، قربانی، خداپرستی، شجاعت، سخاوت، قناعت، عفت، پاکدامنی عدل و انصاف، امانت، دیانت میں بے مثال قوم بن گئی۔ اسی طرح جہانگیری، جہانبانی میں بھی بے نظیر تھی۔ رحمت و شفقت، عقل و تدبیر، پابندی عہد و قول، راست بازی میں کوئی قوم انکی ہمسر نہ پہلے گذری اور نہ آئندہ ممکن ہے۔ یہاں تک کہ انسانیت کی پوری تاریخ ان کے اخلاق اور خوبیوں کی نظیر پیش کرنے سے خالی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان آٹھ کمزوریوں کے باوجود جو اب ہم نے ذکر کیں، انہوں نے بیک وقت دنیا شرق و غرب کی دو عظیم متمدن اور ہزاروں سالوں کی مستحکم سلطنتوں کسریٰ و قیصر سے ٹکر لی۔ اور ان دونوں عظیم حکومتوں کو غبارہ بنا کر رکھ دیا۔ ان میں سے ہر حکومت دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ معجزانہ اور اسباب مادیہ کے خلاف یہ سیاسی غلبہ جو عرب کو حاصل ہوا جسکی طوفانی موجیں شرق میں کاشغر اور دیوار چین سے ٹکرائیں اور مغرب میں مراکش الجزائر ہسپانیہ اور فرانس تک پہنچیں۔ اس کے اسباب یا مادی ہوں گے یا روحانی و غیبی۔ پہلا سبب جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، عرب کو حاصل نہ تھا۔ بلکہ عرب کے حریف اور دشمن طاقتوں کو حاصل تھا۔ تو مجبوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ روحانی قوت کا کرشمہ تھا۔ جو قرآن کے فیض سے عرب کو حاصل ہوا۔ جس سے قرآن کی سیاسی عظمت و تفوق بخشی کی مقناطیسی قوت ثابت ہوگئی۔